لازماً غیر مسلح کیا جانا چاہیے۔ شہریوں کے قتل عام اور آبرو ریزی کا سلسلہ بند ہونا چاہیے اور نوآبادکاروں کو ہٹایا جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہمیں اقوام متحدہ اور افریقی یونین کے مشترکہ قیام امن آپریشن کے لیے اقوام متحدہ کے ایک واضح مینڈیٹ کی ضرورت ہے، جس کو بار بار ملتوی کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح ہم ۲۰۰۹ء کے انتخابات میں شرکت کے لیے بین الاقوامی دباؤ کے خلاف بھی مزاحمت کر رہے ہیں۔ یہ انتخابات اس امن معاہدے کے تحت طے پائے تھے جس پر خرطوم نے ۲۰۰۵ء میں ہمارے جنوبی سوڈان پیپلز لبریشن مومنٹ/آرمی کے دوستوں کے ساتھ دستخط کیے تھے۔ ان انتخابات کے بعد ۲۰۱۱ء میں جنوب میں خودمختاری کے لیے ایک ریفرنڈم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ انتخابات بین الاقوامی برادری کو الجھانے کے لیے بچھائے گئے جال سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ ہم کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ یہ انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے؟ پناہ گزین کیمپوں میں پڑے ہوئے لوگ جنہیں ہر لمحے جنجوید کے حملوں کا خطرہ ہے، ووٹ کیسے دیں گے؟ اور معاملات چلانے کی اجازت کسے دی جائے گی؟

ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ اسلامی حکومت انتخابات میں ہولناک شکست کے بعد فوجی انقلاب کے نتیجے میں اقتدار میں آئی ہے۔ اپنے خوفناک جرائم کی بناء پر خرطوم کو معلوم ہے کہ آزادانہ انتخابات کی صورت میں بیلٹ بکس کا فیصلہ اس کے حق میں نہیں ہوگا۔ اس لیے وہ کبھی منصفانہ انتخابات کی اجازت نہیں دے گا۔ بین الاقوامی برادری اپنی ساری نیک نیتی اور اعتبار کے باوجود سوڈان میں آزادانہ انتخابات کی محض نقالی کی ضمانت بھی نہیں دے سکتی۔ اس لیے ہم ان پرفریب اور جعلی انتخابات میں حصہ لے کر انہیں سند جواز عطا نہیں کریں گے۔

یہ بات ناقابل فہم ہے کہ خرطوم کی اسلامی فسطائی حکومت اپنی اصلاح کر سکتی ہے۔ اسے لازماً ختم ہونا چاہیے۔ کیا دنیا نے کبھی نازی حکمرانوں کی ''اصلاح'' کی کوشش کی تھی؟ ہمیں یقیناً سوڈان کے اتحاد کی حفاظت کو ترجیح دینی چاہیے۔ ایک حقیقی جمہوری اور سیکولر سوڈان سے، جنوب اور دارفور سمیت کوئی بھی علاقہ الگ نہیں ہونا چاہے گا۔ ہمیں حماس اور القاعدہ جیسے دہشت گرد گروہوں کو ختم کرنے کو لازماً فوقیت دینی چاہیے جو خرطوم حکومت کے مہمان ہیں۔ ہمیں لازماً علاقے میں استحکام اور جمہوریت کے فروغ کو ترجیح دینی چاہیے۔ ہمیں سوڈان کو اس کے فطری اور جائز جیو پولیٹکل مقام پر واپس لانے کو لازمی طور پر

اولیت دینی چاہیے جو عرب یا مسلم دنیا نہیں بلکہ افریقی براعظم ہے۔اس کے ساتھ ہمیں نئے اتحاد تشکیل دینے چاہئیں جن کی بنیاد نسل یا مذہب نہیں بلکہ جمہوریت اور آزادی کی مشترکہ اقدار ہوں۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے گزشتہ فروری میں اسرائیل میں اپنا ایک نمائندہ دفتر قائم کیا ہے۔ہم جانتے ہیں کہ ہم ایسی حکومت پر غالب آسکتے ہیں جو اپنی ظاہری حالت کے برعکس ایک کمزور حکومت ہے۔جبکہ ہم بخوبی منظّم ہیں اور پورے ملک میں ہماری مقبولیت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ہم اپنی اقدار سے اتفاق رکھنے اور آزادی کے فروغ کے لیے کام کرنے والے لوگوں کے تعاون سے فتح حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں[۱]۔''

جسٹس اینڈ ایکولٹی موومنٹ اور اس کا موقف

دارفور میں خرطوم حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والی دوسری اہم ترین جماعت جسٹس اینڈ ایکولٹی موومنٹ کے سربراہ ڈاکٹر ابراہیم خلیل محمد ہیں۔ڈاکٹر حسن ترابی سے ان کا گہرا تعلق رہا ہے۔سوڈان لبریشن موومنٹ کے برعکس جسٹس اینڈ ایکولٹی موومنٹ اسلامی فکر رکھنے والے عناصر پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر ابراہیم خلیل کا موقف ان ہی کی زبان سے جاننے کے لیے چھ مارچ ۲۰۰۹ء کو اٹلی کے سب سے معتبر، سب سے قدیم اور سب سے زیادہ شائع ہونے اور پڑھے جانے والے اخبار کوریئر ڈیلا سیرا میں چھپنے والے، نیروبی سے لیے گئے ان کے ایک ٹیلی فونی انٹرویو کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

''بپھرے ہوئے دریا کی طرح سٹیلائٹ فون پر پوری رفتار سے بات کرتے ہوئے جیم (جسٹس اینڈ ایکولٹی موومنٹ) کے قائد خلیل ابراہیم کو روکنا تقریباً ناممکن ہے۔وہ دارفور میں کسی جگہ واقع اپنے بیس کیمپ سے بول رہے ہیں۔مغربی سوڈان کے آفت زدہ علاقے میں سرگرم تمام باغی گروپوں میں، ان کا گروپ سب سے زیادہ طاقتور اور تندوتیز ہے۔یہ واحد گروپ ہے جو سرکاری افواج کے لیے فکرمندی کا سنجیدہ سبب ہے۔گزشتہ سال خلیل ابراہیم نے اپنے گروپ کی قیادت ایک ایسے اچانک حملے میں کی جس کا ہدف دارالحکومت خرطوم کا مضافاتی شہر ام درمان تھا۔سرکاری فوجوں نے انہیں واپس دھکیل دیا اور چند روز تک یہ محسوس کیا جاتا رہا کہ ابراہیم خلیل قتل کر دیے گئے ہیں۔سوڈانی حکومت کی پروپیگنڈہ مشینری نے اس افواہ کو

۱۔بحوالہ: http://online.wsj.com/article/SB121373660373782099.html